۵) چونکہ ۹ کا عدد کامل ہے اس لئے جس شہر میں ۹ آدمی بہائی ہو جائیں وہاں بہائی محفل قائم کی جاسکتی ہے۔ (ماخوذ از ''باب کی نئی تاریخ'' مؤلفہ براؤن ضمیمہ دوم، صفحہ ۳۲۸ تا ۳۳۹)

قارئین کی آگاہی کے لئے مختصر طور پر یہ کہے دیتا ہوں کہ باطنیہ نے اپنا مذہب جن فلسفیانہ افکار و تصورات کی مدد سے مدون کیا تھا ان میں فیثا غورث کے افکار بھی شامل تھے اور جیسا کہ فلسفے کے ہر طالب علم کو معلوم ہے کہ فیثا غورث نے اپنے فلسفے کی بنیاد اعداد پر رکھی تھی اور یہ قول کہ ۹ کا عدد کامل ہے، اسی کا ہے۔ مزید معلومات کے لئے مغربی فلسفے کی کسی مستند تاریخ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

اس عاجز نے اس مضمون میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ

ا) صوفیا بالعموم صیرفیٔ حدیث نہیں ہوتے، اس لئے اکثر مواقع میں مقولے اور حدیث میں فرق نہیں کر سکتے۔

ب) بزرگان سلسلہ کے ملفوظات پر تنقید سوءِ ادب سمجھتے ہیں، یعنی جو باتیں ان سے منسوب کر دی جاتی ہیں انہیں بلا تحقیق قبول کر لیتے ہیں۔

چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ قارئین میرے اس رجحان یا نقطۂ نظر کو گستاخی پر محمول کریں گے اور اس طرز بیان کو ''چھوٹا منہ بڑی بات'' سے تعبیر کریں گے اس لئے میں ذیل میں ایک ایسے شخص کے ارشادات درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اگر ایک طرف دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھا تو دوسری طرف سلوک تصوف میں اتنا بلند مقام رکھتا تھا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ میں ان کی کفش برداری کے لائق بھی نہیں ہوں۔ میری مراد حضرت اقدس سیّدی و مرشدی شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الحافظ سیّد حسین احمد مدنیؒ سے ہے، جنہوں نے ۱۴ سال تک مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیا تھا۔ حضرت اقدس اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''صوفیہ کی کتابوں میں '' **رجعنا من الجهاد الا صغر الى الجهاد الاكبر** '' کو صحیح حدیث کہا گیا ہے، لیکن عسقلانی کا قول ہے کہ امام نسائی نے اسے ابراہیم بن

عیلہ کا کلام بتایا ہے۔ الفاظ کی رکاکت زبردست قرینہ ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہوسکتا اور نہ حدیث کی متداول کتابوں میں شاہ عبدالعزیزؒ جیسے متبحر محدث نے دیکھا ہے۔ پس احادیث و غیر احادیث کا فیصلہ محدثین کے اصول و قواعد کی رو سے کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر فن میں صاحب فن کی رائے اگر تسلیم نہ کی جائے تو امان اٹھ جائے گا اور شریعت کا بھرم جاتا رہے گا۔ بے چارے صوفیہ جن پر حسن ظن کا غلبہ ہوتا ہے' بھلا ان حضرات کو تنقید و تفتیش کی کہاں فرصت اور انہیں نہ اس کی عادت ہے۔ پس جو سن لیا یا دیکھ لیا' اسے باور کرلیا۔ ان کے اس حسن ظن سے کسی قول کا حدیث رسول ہونا ثابت نہیں ہو جائے گا"۔ (مکتوبات شیخ الاسلام' جلد اول' صفحہ ۳۰۷' ۳۰۸)

اگرچہ میرے زاویہ نگاہ کی تصویب و تصدیق کے لئے یہی اقتباس کافی ہے' تاہم مزید اطمینان کیلئے ایک اور اقتباس پیش کئے دیتا ہوں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

"عرض ہے کہ یہ اکابر (حضرت بابا فریدؒ اور حضرت محبوب سبحانیؒ) علم طریقت اور تصوف کے ائمہ عظام ہیں لیکن علم ظاہر اور شریعت کے امام نہیں ہیں۔ اس کے امام حضرات ابو حنیفہ و ابو یوسف اور دیگر فقہائے کرام ہیں۔ اس بارے میں (سجدۂ تعظیمی کے بارے میں) ان حضرات کا قول و فعل حجت ہوگا۔ حضرات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' جنید بغدادیؒ' خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ اور خواجہ معین اجمیریؒ کے اقوال' فتاویٰ اور اعمال حجت نہیں ہوں گے۔ اگرچہ یہ حضرات علم طریقت کے سب سے اونچے پہاڑ ہیں"۔ (مکتوب ۸۸' از مکتوبات شیخ الاسلامؒ جلد سوم' صفحہ ۲۳۵)

حضرت اقدسؒ کے ان ارشادات اور ان کی تصریحات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ میرا زاویہ نگاہ بالکل درست ہے۔ الحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

میں نے اس مضمون میں کئی جگہ اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسمٰعیلیہ باطنیہ فرقے نے صوفیوں کے لباس میں اپنے خیالات کی اشاعت کی' جس کی وجہ سے خالص اسلامی تصوف میں باطنی روایات اور عقائد کی اس طرح آمیزش ہوگئی کہ آج اکثر سنی صوفیاء ان روایات اور ان عقائد کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی تائید میں ایک شیعہ

مصنف کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں:

پروفیسر سیّد حسین نصر (تہران یونیورسٹی) نے حال ہی میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی ہے جس کا نام ہے (Ideals and Realities of Islam) ''اسلام کے مطامح نظر اور حقائق۔'' وہ لکھتے ہیں:

''منگولوں کے حملے کے دور میں ایران میں اسمٰعیلی طاقت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس عہد میں اسمٰعیلیت مستور ہو گئی۔ اور بہت سے علاقوں میں صوفیوں کے سلسلوں میں ظاہر ہوئی (تاکہ اس کے دعاۃ مخالفت سے محفوظ رہ سکیں)۔ دراصل اس زمانے میں تصوف اور اسمٰعیلیت میں اتحاد کی ایک مستقل صورت پیدا ہوگئی تھی جس کا تحقیقی مطالعہ ابھی تک نہیں کیا گیا ہے''۔ صفحہ ۶۰۔۱۵۹

''اثنا عشری شیعیت میں مذہب کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو بالخصوص اہمیت دی گئی ہے اور اس اعتبار سے وہ تصوف کی ہمنوا ہے''۔ صفحہ ۱۶۰

''تصوف اور تشیع دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ ''نور محمدی'' آدم سے لے کر ہر نبی کی ذات میں موجود رہا ہے''۔ صفحہ ۱۶۰

''اسمٰعیلیت اور تصوف دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ اصل اعلیٰ (Supreme Principle) بیک وقت موجود بھی ہے اور فوق الوجود بھی ہے''۔ صفحہ ۱۶۹

پروفیسر مرزا محمد سعید اپنی محققانہ تصنیف ''مذہب اور باطنی تعلیم'' میں لکھتے ہیں کہ

''ہماری رائے میں اس بات کے باور کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا کہ اس مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر' جو تصوف کو ایران میں بارہویں صدی سے پندرہویں صدی عیسوی تک حاصل تھی' بہت سے نزاری' (اسمٰعیلی) مبلغ 'صوفیاء اور درویشوں کے لباس میں عوام کو مسخر کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں''۔ صفحہ ۳۲۸

نیز اسی صفحے پر لکھتے ہیں:

''یہ مان لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوسکتا کہ بعض اسمٰعیلی مبلغ تصوف کا ظاہری جامہ پہن کر عوام الناس کی ارادت اور عقیدت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور بعض جماعتیں مثلاً اناطولیا کے بیکتاشی یا کشمیر کے نوربخشی جو متصوفانہ سلوک وطریقت کا دعویٰ کرتی ہیں' درحقیقت شیعہ باطنیہ خیالات سے ملوث ہیں''۔ صفحہ ۳۲۸

نظام خلافت کیا ہے؟

- **نظامِ خلافت** ' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان و اقرار اور قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' اسلامی ریاست کے ہر شہری مسلم ہو یا غیر مسلم ' کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' اسلامی ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا ' لباس ' رہائش ' علاج و تعلیم وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' تمام کائنات اور انسانوں کے خالق و مالک کے ابدی پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو فوری عدل و انصاف فراہم کرنے کا ضامن ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار معین ہیں۔ یہ نظام عورت کو پورا اختیار دیتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی قائم کردہ ستر و حجاب کی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت کاروبارِ حیات میں شرکت کر سکے۔
- **نظامِ خلافت** ' عورتوں کی عزت و ناموس کا محافظ اور حقوق نسواں کا پاسبان ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' نہ صرف یہ کہ تمام انسانوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام اس نقطۂ نگاہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوں ' بلکہ اس کے مطابق ان کی رہنمائی اور مدد بھی کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** ' مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد کی روح بیدار کرنے کا ضامن بھی ہے تاکہ حزب الشیطان کے حملوں کا مؤثر جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ کلام :

نظامِ خلافت کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!